ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

عباس خان کے ناولوں کا تنقیدی جائزہ

Critical review of Abbas Khan, s Novels

سرور عظیم

انچارج، شعبہ اُردو، تھل یونیورسٹی، بھکر

Sarwar Azeem (Corresponding Author)
Incharge, Department of Urdu,Thal University,Bhakkar

Abstract

Abbas Khan is a great novelist of Urdu literature,a unique fiction writer, an important columnist, letter writer, sketch writer and a great philosopher. He belongs to Bhakkar district of Punjab. His prose capital has been published in national and international journals. Special sections of various issues have been published on his art and style. He has been awarded various honors for literary services. His novels "Zakhm Gawa Hain, To Aur To, Main Aur Amrao Jaan Ada" have a unique and important place in Urdu literature- Technically, the style of his novels is new and unique. He made new themes a part of novels. In his novels, the flaws of the judicial system are highlighted. His novels are objective in which people are taught to stay away from social evils.

Key words: Abbas Khan great prose writer, individuality in novels, diversity of themes, defects of the judicial system,

ناول اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معانی انوکھا، عجیب و غریب، نرالا اور نیا کے ہیں۔ اصطلاح میں ناول اس قصہ یا کہانی کو کہتے ہیں جس کا موضوع انسانی زندگی ہو اور جس میں انسان یا انسانوں کو پیش آنے یا آسکنے والے واقعات کو ایک خاص انداز میں ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ پیش کیا جائے۔ حقیقت نگاری اور واقعیت نگاری کسی بھی ناول کی بنیادی خصوصیات ہوتی ہیں۔ اس میں فرضی، خیالی، تصوراتی یا مافوق الفطرت عناصر، واقعات یا کرداروں کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ ناول داستان کی جدید شکل کا نام ہے۔ اور اس میں حقیقت کو اپنایا جاتا ہے۔ یہ اپنے عہد کا پاسبان ہوتا ہے۔ کوئی بھی ناول اپنی تہذیب و معاشرت کی مکمل طور پر عکاسی کرتا ہے۔ اس دور کے رسم و رواج، عقائد، رہن سہن، طرز بود و باش، لباس الغرض لوگوں کے مکمل حالات زندگی کو بھرپور انداز میں بیان کرتا ہے۔ ناول کی اہمیت کے بارے میں علی عباس حسینی یوں بیان کرتے ہیں:

> "ناول کی جگہ وہاں ہوتی ہے، جہاں تاریخ کے صفحے سادے اور خاموش ہوں اور امتداد زمانہ کی وجہ سے جو واقعات صاف دکھائی نہیں دیتے یا جو شخصیتیں دھندلی پڑ گئی ہوں، انہیں قصے یا افسانے واضح دکھا سکیں"۔(۱)

کسی بھی ناول میں دلچسپی کا بڑا عمل دخل ہے۔ اچھے اور معیاری ناول کے لیے ضروری ہے کہ ناول نگار مختلف واقعات قلمبند کرتے ہوئے دلچسپی کے عنصر کو مد نظر رکھے۔ ناول کے لیے تمام قصوں کا مربوط ہونا اشد ضروری ہے۔ تمام واقعات حقیقت پر مبنی ہوں اور ان کو اس ترتیب سے پیش کیا جائے کہ ناول کی دلچسپی بھی برقرار رہے اور قاری کو ان حالات و واقعات سے آگاہی بھی مل سکے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "ناول میں حقیقت نگاری کے اصول کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ایسے آسان اور فطری انداز میں ہر واقعہ ،منظر یا حالت کو بیان کیا جائے کہ ہم حکایت پر حقیقت کا دھوکا کھا جائیں اور کم از کم پڑھتے وقت ضرور اس فریب میں آجائیں کہ ہر فرضی واقعہ کو بھی حقیقت سمجھنے لگیں"۔(۲)

ایک بہترین اردو ناول کے لیے چند عناصر کا ہونا ضروری ہے۔ ان عناصر کی عدم موجودگی سے ناول ادھورا رہ جائے گا اور اسے ناول کی صف سے نکال دیا جائے گا اس میں جاذبیت اور رنگینی پیدا نہیں ہوگی۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے مطابق ان عناصر میں کہانی، پلاٹ، کردار، انداز نظر، زبان و بیان اور منظر نگاری شامل ہیں۔

اگر اردو ناول کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو سر سید احمد خان کے دور کو یاد کرنا پڑتا ہے علی گڑھ تحریک نے اردو ادب کے حوالے سے بیش بہا خدمات سر انجام دی ہیں۔اس تحریک سے وابستہ لکھاریوں نے اردو ادب کی ہر صنف میں قیمتی سرمائے کا اضافہ کیا ہے۔اردو ناول میں بہت سے ادوار گزرے ہیں۔ناول کی مختلف اقسام بتائی گئی ہیں۔ جیسے کرداری ناول، مہماتی ناول، جاسوسی ناول، تاریخی ناول، اصلاحی ناول وغیرہ۔اردو ادب میں مختلف موضوعات پر معیاری ناول تحریر کیے گئے ہیں۔ڈپٹی نذیر احمد کو اردو کا پہلا ناول نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔انہوں نے مقصدی ناول لکھے۔ان کے علاوہ دیگر ناول نگاروں میں عبدالحلیم شرر، رتن ناتھ سرشار، شوکت تھانوی، منشی سجاد حسین، پریم چند، مرزا ہادی رسوا، سجاد ظہیر، عصمت چغتائی، علامہ راشد الخیری، علامہ نیاز فتح پوری، کرشن چندر، ممتاز مفتی، خدیجہ مستور، جمیلہ ہاشمی، رضیہ فصیح احمد، عبداللہ حسین و دیگر شامل ہیں۔

عباس خان کا تعلق پنجاب کے ضلع بھکر سے ہے۔ان کا اصل نام غلام عباس خان ہے۔وہ 15 دسمبر 1943ء کو بستی گجہ تحصیل و ضلع بھکر میں محمد افضل خان خان کے گھر پیدا ہوئے۔وہ بلوچ خاندان کے جسکانی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔انہوں نے مڈل تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں بستی گجہ اور سیال میں حاصل کی۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول بھکر، ایف اے ہائر سیکنڈری سکول لیہ اور بی گورنمنٹ ڈگری کالج مظفر گڑھ سے کیا۔بعد ازاں ایم اے سیاسیات پنجاب یونیورسٹی لاہور اور ایل ایل بی کا امتحان پنجاب یونیورسٹی لاء کالج لاہور سے پاس کیا۔22 جون 1970ء کو مقابلے کا امتحان پاس کر کے بطور ایڈیشنل سیشن جج تعینات ہوئے بعد ازاں ترقی کر کے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج مقرر ہوئے اور اسی حیثیت سے صوبہ پنجاب کے کئی چھوٹے بڑے شہروں میں ذمہ داریاں نبھانے کے بعد 14 دسمبر 2003ء کو اپنی مدت ملازمت پوری کر کے اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔اس کے بعد بھی موصوف دیگر عہدوں پر فائز رہے اور اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔جن میں ایڈوائزر / محتسب پنجاب سرگودھا زون، ایڈوائزر صوبائی محتسب بھکر اور کئی عہدوں پر فائز رہے۔

عباس خان کو اردو ادب سے گہرا لگاؤ ہے۔انہوں نے اردو نثر کی بہت سے اصناف میں طبع آزمائی کی۔ان کا نثری سرمایہ ملکی اور غیر ملکی رسائل و جرائد کی زینت بنتا رہا۔انہوں نے اردو ادب کی خوب خدمت کی اور ایسے شاہکار تخلیق کیے جن کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ان کے ادبی لگاؤ کے بارے میں یوں لکھا گیا ہے:

> "عباس خان کا پہلا افسانہ پنجاب یونیورسٹی لاء کالج کے مجلے "المیزان" کے 1966ء کے شمارے میں "آخری شام" کے عنوان سے شائع ہوا۔اس سال موصوف اس مجلے کے خود مدیر تھے"۔(۳)

عباس خان کی نگارشات ملکی و غیر ملکی اخبارات اور جریدوں میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ان میں سہ ماہی "ادبیات" اسلام آباد، ماہنامہ "ادب لطیف"، ماہنامہ "تخلیق"، ماہنامہ "قومی ڈائجسٹ"، ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" لاہور، ماہنامہ "رابطہ"، سہ ماہی "سیپ" کراچی، روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ملتان، "پولیس میگ" ملتان، ماہنامہ "شاعر" بمبئی، ہفت روزہ "آگ" بھارت اور سہ ماہی "اسباق" پونے مہاراشٹر انڈیا شامل ہیں۔ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں بہت سے ادبی اعزازات سے بھی نوازا گیا ہے۔ان کی شخصیت، فن اور اسلوب پر ڈھیروں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔کچھ جرائد کے خصوصی گوشے بھی ان کی ادبی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے شائع کیے گئے ہیں۔

عباس خان نے تین خوبصورت ناول تحریر کیے ہیں۔ان میں "زخم گواہ ہیں، تو اور تو، میں اور امراؤ جان ادا" شامل ہیں۔ان کا پہلا ناول "زخم گواہ ہیں" کے عنوان سے 1984ء میں شائع ہوا۔یہی ناول 1988ء کو بھارت میں بھی شائع ہوا اور پھر 2010ء میں بیکن بکس ملتان نے اسے شائع کیا۔اس ناول کے بارے میں لیفٹیننٹ کرنل (ر) غلام عباس بلوچ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "تکنیکی طور پر ناول کا انداز نیا ہے۔ناول کے کئی باب ہیں۔تقریباً ہر باب کے شروع میں موقع کی مناسبت سے مضمون کی صورت میں باتیں لکھی گئی ہیں۔یہ باتیں بہت ساری اہم معلومات مہیا کرتی ہیں۔ناول میں تاریخی واقعات ہیں، شعر و شاعری ہے اور چٹکلے ہیں"۔(4)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

یہ ناول باعتبار موضوع ایک اچھوتا، انوکھا اور بے عدیل و بے نظیر ناول ہے۔ جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ یہ ناول ہمارے عدالتی نظام کی خامیوں کو اجاگر کرتا ہے۔ مصنف نے اس میں اپنی تہذیب و معاشرت، نفسیات، انسان دوستی، عدالتی نظام، جذبات نگاری اور فطرت انسانی کو منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔ اس ناول کے چار اہم کردار بخت بھری، اس کی بیٹی جہاں آراء، گل امیر اور مجید ہیں۔ اس کا پلاٹ مضبوط اور دلچسپ ہے۔ اس کی کہانی یوں ہے کہ بخت بھری ایک بھکارن ہے جو لالچی اور حریص ہے۔ وہ دولت کے نشے میں پاگل ہو کر اپنی بیٹی جہاں آراء کی شادی اپنے مالک مکان گل امیر سے کروادیتی ہے۔ اس کے نکاح ہونے کے بعد مجید جو کراچی سے آتا ہے وہ بخت بھری کے شوہر ناتو ملنگ کا دور کا رشتہ دار بھی ہے اور اب کچھ پیسے بھی خوب کمالایا ہوتا ہے۔ اس کو بھی جہاں آراء پسند آجاتی ہے۔ وہ بخت بھری کی چاپلوسی میں لگ جاتا ہے۔ بخت بھری کو یہ گل امیر سے زیادہ امیر اور مستحکم نظر آنے لگتا ہے۔ وہ مجید کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور اس کو گل امیر کے خلاف عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کرنے کی اجازت دے دی۔ جہاں آراء گل امیر سے خوش تھی، لیکن پھرماں کے پر مجید کے ساتھ ہو گئی۔ عدالتوں کے برے حالات اور برے نظام کی بدولت مجید کے پیسے ختم ہو گئے۔ اور پھر اس نے چوریاں کرنی شروع کر دیں۔ وہ ایک بھینس کی چوری میں گرفتار ہو گیا۔ اس دوران بخت بھری مکمل نابینا ہو گئی اور جہاں آراء مشکلات و مصائب سہتے سہتے بالآخر اپنے خالق حقیقی سے جاملی۔ اس طرح ناول کی کہانی اختتام پذیر ہوتی ہے۔

عباس خان نے اس ناول میں منظر نگاری اور کردار سازی بہت کمال کی ہے۔ وہ منظر کو ایسے بیان کرتے ہیں کہ سارا منظر قاری کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ ان کے ناولوں نے سنجیدہ ادبی حلقوں کو بدرجہ احسن متاثر کیا۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں کچہری اور احاطہ عدالت میں رائج شدہ بدعنوانیوں، بے قاعدگیوں، بے ضابطگیوں اور انصاف کے لیے آنے والے مظلوم موکلوں کے ٹھگ جانے کی وارداتوں کو خوب صورتی سے زیب قرطاس کیا ہے۔ انہوں نے ہر باب کا آغاز شاعرانہ، فلسفیانہ، تصورانہ خیالات و افکار، تاریخی واقعات، مذہبی حکایات، لوک کہانیوں اور خوب صورت اشعار سے کیا ہے۔ رفیق شاہین ان کے ناولوں کے اسلوب کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

> "جہاں تک ناول نگار کے اسلوب نگارش کا تعلق ہے تو وہ بڑا سادہ، شگفتہ، بے ساختہ، برجستہ اور پختہ ہے۔ ماجرا سازی کا ہنر انہیں خوب آتا ہے"۔(5)

عباس خان کا دوسرا ناول "تو اور تو" ہے۔ اسے 2003ء میں کلاسیک پبلیشرز لاہور نے شائع کیا۔ بعد ازاں اس کا دوسرا ایڈیشن 2007ء میں شائع ہوا۔ اس ناول کا پلاٹ بہت خوب صورت اور دلچسپ ہے۔ اس کی کہانی ایک کردار شیطان کے گرد گھومتی ہے۔ مصنف ایک وسیع المطالعہ شخصیت کے حامل ہیں۔ اس ناول میں مختلف ممالک کی تہذیب و ثقافت، رہن سہن، طرز زندگی اور لوگوں کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس ناول میں انہوں نے بہترین ناول نگاری پیش کی ہے۔ اس ناول کا کردار 'شیطان' ملک سعودی عرب، پاکستان، ہندوستان، انگلستان، امریکہ، جاپان اور سوویت یونین (روس) میں ارفع معاشرے اور صورت حال کا جائزہ لیتا ہے۔ تو ہر جگہ، رنگ، نسل، خطہ، مذہب اور زبان کے جھگڑے دیکھتا ہے۔ ساتھ ہی پیٹ اور جنس کی بھوک کے آگے قانون اور جمہوریت کو بے کس اور لاچار پاتا ہے۔ خوب صورت مظاہر اور تنظیم و تناسب کا اسے فقدان نظر آتا ہے، جبکہ مادے میں عقل کے اظہار کا نام حسن ہے جو زبانی ہے اور دریافت کرنے کی مخصوص صلاحیت روحانی ہوتی ہے۔ انہوں نے الفاظ، کنایوں، تشبیہات، استعارات، اشاروں اور لہجہ سے احساس انگیز تمثیل کو فن بنایا ہے جس کا گہرا تعلق حسیات سے ہے۔

سید محمد ہادی اس ناول کا اہم ترین کردار ہے جو نیک سرشت ہے شیطان کے کہنے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور شیطان انسان کے روپ میں ملک عرب میں نمودار ہوتا ہے یہیں سے ناول کی کہانی شروع ہوتی ہے پھر وہ ساری دنیا کا سفر کرتا ہے۔ طرح طرح کے بے مروت انسانوں سے واسطہ پڑتا ہے، تکلیف برداشت کرتا ہے۔ شیطانیت تو وہ اب چاہنے کے باوجود اختیار نہیں کر سکتا، پریشان ہو جاتا ہے۔ سوچتا ہے کہ انسان بن کر انسانوں میں آکر تو وہ اور بھی پریشان ہو گیا۔ یہ انسان تو شیطان سے بھی بڑھ کر نکلے۔ ایک جگہ پر رفیق جعفر (پونے) یوں لکھتے ہیں:

> "عباس خان نے ساری دنیا کے ممالک کی سیاست اور سماج میں پھیلی ہوئی بے چینی، قانون کے نام پر بدامنی، دھوکہ دہی، مکاری، مذہب، بیزاری اور اسی قسم کی بہت ساری بداعمالیوں کا حقیقت آمیز ذکر کیا ہے"۔(6)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

عباس خان کا یہ ناول مقصدیت کا حامل ہے۔ ان کا مقصد انسانوں کو جھنجوڑنا، ان کی برائیوں کو دور کرنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اب شیطان ان کو اکسائے یا نہ اکسائے ان میں برائیاں گھر کر چکی ہیں۔ ان کا لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ انسان برائیوں میں اس قدر غرق ہو چکا ہے کہ اب اسے کسی چیز کی فکر نہیں، بلکہ وہ لالچ اور حرص کے گڑھے میں بری طرح گر چکا ہے۔ شیطان کو اسے بہکاوے میں لانے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود شیطان کے رتبہ کو پہنچ چکا ہے۔ یہ ناول دور جدید کے انسانوں پر ایک طنز ہے۔ ناول نگار کا اس انوکھے موضوع پر قلم اٹھانا غیر معمولی اور چونکا دینے والا ہے۔ اس میں وہ شیطان کی ارضی کہانی بیان کر کے موجودہ دنیا کے انسانوں کے کرتوتوں کو سامنے لائے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ناول موجودہ دور کے انسان کی شخصیت اور کردار کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ ان میں پھیلی شیطانیت کا پردہ فاش کرتا ہے اور ان کی بے حسی ،لالچ اور خود غرضی کو سامنے لاتا ہے۔ انسان کی انسانوں سے دشمنی اور نفرت کو بیان کرتا ہے۔ اس ناول میں معاشرتی ناآسودگیوں پر قلم اٹھائی گئی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ بھائی اپنے حقیقی بھائی کا گلہ کاٹنے کو تیار ہے۔ یہ افراتفری اور انتشار کا دور ہے۔ انسان اپنی انا کی بھینٹ چڑھ چکا ہے۔ وہ دولت کے نشے میں اتنا غرق ہو گیا ہے کہ اسے انسانی قدروں کی پہچان بھول گئی ہے، وہ سب کو اپنے مفاد کی نظر سے دیکھتا ہے۔ دولت کے نشے میں گم ہو کر ہر غلط کام کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اس ناول کے بارے میں الطاف اشعر بخاری ان الفاظ میں رائے دیتے ہیں:

> "عباس خان نے معاشرتی برائیوں، عدم مساوات، جنسی بے راہ روی اور اذیت ناک زندگی کی مجموعی شکل پیش کی ہے۔ اس سے شیطان بھی پناہ مانگنے لگا"۔(7)

عباس خان نے ایک اور ناول "میں اور امراؤ جان ادا" کے عنوان سے 2005ء میں تحریر کیا۔ یہ ان کا آخری ناول ہے۔ اس ناول کو لکھنے کا بنیادی مقصد عورت اور مرد دونوں کی بے راہ روی کو روکنا ہے۔ ناول نگار نے اس ناول کے دیباچہ میں مغرب کی اندھی تقلید کرنے سے بھی روکا ہے۔ اس ناول میں مختلف علوم وفنون کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ یہ کسی بھی زمانے کی قید سے آزاد ناول ہے۔ آزادی سے قبل اور پس آزادی ہر دو زمانوں کا ذکر اور احوال ناول میں موجود ہے۔ ناول صیغہ واحد متکلم میں لکھا گیا ہے۔ احمد محمود جو ناول کا راوی ہے، اس کا مرکزی کردار ہے۔ اس ناول میں احمد محمود، نواب زادہ چندر موہن وغیرہ اہم کردار ہیں۔ اس میں بہت سے نسوانی کردار بھی پیش کیے گئے ہیں جن میں امراؤ جان ادا، کشور، مہر النساء، مہ جبیں، شیریں، وائس چانسلر کی ڈاکٹریٹ لڑکی اور پی آر لڑکی انیتا بہت اہم ہیں۔ اس کے بعض کردار وقتی نوعیت کے ہیں جو تھوڑی دیر کے لیے نمودار ہوتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ عباس خان نے یہ ناول کئی رسائل و جرائد کے مطالعہ کے بعد تحریر کیا۔ اس ضمن میں ناول کے دیباچے میں عباس خان یوں بیان کرتے ہیں:

> "اس میں دیے گئے تاریخی واقعات اور اقوال کے لیے میں نے کتابوں اور رسالوں سے مدد لی ہے"۔(8)

عباس خان نے اس ناول میں چند تلمیحات اور ماضی کے چند تاریخی کرداروں کو بھی شامل کیا ہے تاکہ ان کا پس منظر موجودہ حالات اور صورت حال کو نمایاں کیا جا سکے۔ جیسے امراؤ جان ادا، ٹرائے کی ہیلن، مصر کی قلوپطرہ، ایران کی قرۃ العین طاہرہ اور نور جہاں وغیرہ کو شامل کیا ہے۔ احمد محمود کا کردار موجودہ صورت حال کے مطابق لایا گیا ہے۔ جو شادی سے پہلے حسن کا چاہنے والا ہوتا ہے اور ہر وقت ہر خوب صورت لڑکی پر مرمٹتا ہے۔ لیکن شادی کے بعد خوبصورت اور سگھڑ لڑکی کے ملنے پر بھی اس کی یہ ہوس دور نہیں ہوتی۔ اس ناول میں عورتوں کو بے وفائی، جفا اور ہرجائی ہونے پر رسوائے عام کیا گیا ہے۔ موجودہ دور کی عورتوں کو امراؤ جان ادا سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان کے کردار پر مکمل طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں عورتوں کی نفسیات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ مشرقی عورت کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ اس کی فطرت، دلچسپیوں، ذہانت اور عادات واطوار کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

اس ناول کا اسلوب بیان رواں اور سادہ ہے۔ منظر نگاری اور مکالمہ نویسی کو خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ دلچسپی کا عنصر آغاز سے اختتام تک برقرار رہتا ہے۔ ناول نگار حالات وواقعات کے پیش نظر اپنی شخصیت اور رائے کو بھی پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنی شخصیت کی خوب عکاسی کرتے ہیں۔ ناول نگار چونکہ ایک بڑے منصف کے عہدے پر فائز رہے اور بہت سے لوگوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اس لیے لوگوں کی نفسیات اور کردار کو بڑی خوب صورتی سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے سامنے دعویٰ جات کی شکل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

میں مختلف گنہگار، مظلوم، ظالم، پڑھے لکھے، ان پڑھ، قاتل، دہشت گرد، مکار، فریبی، چور، بے گناہ، مجبور، الغرض ہر قسم کے لوگ پیش کیے جاتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو قریب سے دیکھا اور ان کے حالات پر کڑھتے رہتے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ انسان نے اپنے انسانی جذبے اور انسانیت کو فراموش کر دیا ہے۔ اور اب دلدل کی طرف گامزن ہے۔ انہوں نے انسانوں کی فلاح کرنے کے لیے اپنی تحریروں کا سہارا لیا۔ اور انسانوں کے چہروں پر ان کی حقیقت دکھا کر طمانچہ رسید کیا۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں لوگوں کی ہوس گیری، طمع اور لالچ جیسی برائیوں سے نجات پانے کا درس دیا اور ساتھ ہی انسان دوستی اور محبت کا پیغام بھی دیا۔ ڈاکٹر پرویز شہریار اس حوالے سے اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

> "عباس خان کی تحریروں میں شگفتگی اور تلخی دونوں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ انہوں نے بہت سنجیدگی سے معاشرتی مسائل کو اپنے فکشن کے ذریعے طشت از بام کرنے کی کوشش کی ہے"۔(9)

حوالہ جات

1۔ علی عباس حسینی، ناول کی تاریخ اور تنقید، لاہور، لاہور اکیڈمی، 1981ء، ص67۔

2۔ فرمان فتحپوری، ڈاکٹر، اردو نثر کا فنی ارتقاء، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، 2012ء، ص75۔

3۔ عباس نامہ، مشمولہ، سہ ماہی، اسباق، پونہ، مہاراشٹر (انڈیا)، جنوری تا جون 2015ء، ص16۔

4۔ غلام حسین بلوچ، دیباچہ، زخم گواہ ہیں، عباس خان، بیکن بکس ملتان، 2010ء، ص10۔

5۔ رفیق شاہین، مشمولہ، سہ ماہی، اسباق، پونہ، مہاراشٹر (انڈیا)، جنوری تا جون 2015ء، ص52۔

6۔ رفیق جعفر، (عالمی ترقی یافتہ سماج پر لفظی یلغار)، مشمولہ، سہ ماہی، اسباق، پونہ، مہاراشٹر (انڈیا)، جنوری تا جون 2015ء، ص40۔

7۔ الطاف اشعر بخاری، تخلیقات بھکر، (حصہ 21)، روزنامہ، بھکر ٹائمز، بھکر، 26 نومبر 2011ء۔

8۔ عباس خان، دیباچہ، میں اور امراؤ جان ادا، بیکن بکس ملتان لاہور، 2008ء، ص5۔

9۔ پرویز شہریار، ڈاکٹر، عباس خان کی ناول نگاری، مشمولہ، سہ ماہی، اسباق، پونہ، مہاراشٹر (انڈیا)، جنوری تا جون 2015ء، ص49۔